© rasailojaraid.com

اختلاف اور مخالفت ــــ محرکات وعوامل

ڈاکٹر اشتیاق احمد گوندل ☆

دعوتی وتحریکی زندگی میں اختلاف رائے کو باعث رحمت قرار دیا گیا ہے مگر رائے کے ساتھ ساتھ مزاج، رویے اور طبیعت کا اختلاف بھی فطری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب انسانوں کو ایک جیسا پیدا نہیں کیا مگر اجتماعی زندگی میں اختلاف جب نفسی مسائل یا گروہی وحزبی تعصبات کی بناء پر مخالفت بن جائے تو اجتماعیت پر مثبت سے زیادہ منفی کلچر غالب آ جاتا ہے۔ لہٰذا اجتماعی زندگی میں چاہے خاندان اور معاشرہ ہو یا دعوتی و تنظیمی زندگی اختلاف کو مخالفت نہیں بنانا چاہیے۔ اگرچہ یہ بڑا حساس، لطیف اور مشکل کام ہے لیکن رسولِ رحمت ﷺ کی تربیت یافتہ جماعت نہ تو ایک ہی رائے رکھتی تھی اور نہ ہی یکساں مزاج مگر قرآن مجید نے بھی ﴿رحمآء بینھم﴾(۱) کو صحابہ کی اجتماعی زندگی کے لیے بطور سند نازل کیا ہے۔

تاریخِ اسلام میں بڑے بڑے مشاہیر اور اسلاف کو بھی بعض اوقات شدید مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن یہ مخالفت محض غیروں کی طرف سے ہی نہیں ہوتی رہی بلکہ اپنوں کے رویے بھی بڑے شدید اور کربناک ہوتے ہیں تو اس کی چند نفسیاتی وجوہات بھی ہوتی ہیں اور محض مخالفت کرنے والے ہی قصوروار نہیں ہوتے بعض اوقات بڑے بڑے اسلاف اور مصلحین نے بھی اپنی تمام تر علمی و روحانی عظمتوں کے باوجود اعتدال کا مظاہرہ نہیں کیا۔ اختلاف اتنا بڑا اور شدید نہیں ہوتا مگر جب ایک گروہ اختلاف کو مخالفت بناتا ہے تو ردِّ عمل میں دوسرا گروہ عقیدت میں مبالغہ کرتا ہے لیکن تاریخِ انسانی اس پر شاہد ہے کہ غیر معمولی شخصیات کی بالعموم مخالفت کی گئی ہے۔ اسوۂ انبیاء کو قرآن نے جس انداز میں پیش کیا ہے وہ اس امر پر ہی دلالت کرتے ہے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کے

☆ لیکچرار، شیخ زاید اسلامی مرکز، جامعہ پنجاب لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالے سے ایک روایت ملتی ہے کہ انھوں نے کسی خاص علاقے میں دعوۃ و ارشاد کے فریضہ کی ادائیگی کے لیے اپنے خلیفہ مجاز کو نامزد کیا اور اپنے دعوتی و تربیتی نظام کے تحت خطوط کے ذریعے ان سے کارکردگی رپورٹس طلب کیں تو ہر رپورٹ ایک سے بڑھ کر ایک کامیابیوں کی ترجمان تھی۔ موصوف کو اہلِ علاقہ میں خوب پذیرائی مل رہی تھی اور ان کی شہرت کے ڈنکے بج رہے تھے۔ مولانا تھانویؒ نے ان کامیاب رپورٹس کی بنیاد پر انہیں واپس بلا لیا اور فرمایا کہ اگر دعوۃ و ارشاد کا کام صحیح روح کے ساتھ کیا جا رہا ہوتو مخالفت کا بالکل نہ ہونا ناقابلِ فہم ہے۔ (۲)

بعض اوقات کوئی فرد علمی و ذہنی سطح کے لحاظ سے اتنا بلند ہوتا ہے کہ اسے اپنے حلقے میں اپنے افکار سمجھانے ہی مشکل ہو جاتے ہیں۔ یہ علمی و فکری بلندی ایک طرح سے آزمائش بن جاتی ہے۔ وہ فرد مسلسل کرب اور بے چینی میں مبتلا رہتا ہے۔ وہ اپنی اجتماعی زندگی میں اپنے رفقاء کار کو مطمئن کرنے سے قاصر رہتا ہے یا اس کی تازگی فکر اور وسعت نظر کا ساتھ دینا دوسروں کے لیے ممکن نہیں ہوتا۔ وہ اپنے تبصرے اور تجزیے میں زیادہ گہرائی سے سوچتا ہے، ذرا آگے دیکھتا ہے، اور طرح سے محسوس کرتا ہے، ذکی الحس ہوتا ہے۔ جدید نفسیات کے پیمانوں کے لحاظ سے اس کا آئی کیو لیول (I.Q.Level) زیادہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اس فکری و علمی برتری کی فضیلت کی قیمت ادا کرنا مجلس زندگی میں ایک نفسیاتی مسئلہ بن جاتی ہے۔ ایسے فرد کی ذاتی زندگی سے عقیدت کی بناء پر یا علمی برتری سے متاثر ہو کر عقیدت کے حلقے میں شامل احباب اور شاگرد اس کی غلط ترجمانی کرتے ہیں اور یہ ترجمانی محبت، اخلاص اور مبالغے کے ساتھ ہو رہی ہوتی ہے۔ اس غلط ترجمانی سے غلط نمائندگی ہوتی ہے۔ دانا دشمن مزید بدگمان ہوتے ہیں جبکہ نادان دوستوں کو سمجھانا آسان نہیں ہوتا۔

نفسِ انسانی کے معاملے بڑے عجیب ہیں۔ حسد اور بدگمانی صرف دنیا داروں میں نہیں راہِ حق پر چلنے والوں کے سینے میں بھی پیدا ہوتی ہے۔ کوئی صاحبِ کمال جب اپنے دائرے میں احترام اور شہرت حاصل کرتا ہے تو یہی اعزاز دوسروں کے لیے برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ چھوٹے چھوٹے اختلاف حسد اور احساسِ کمتری سے مخالف بن جاتے ہیں۔ محراب و منبر ہو یا مکتب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور مدرسے کی فضا بقول علامہ اقبال

براھیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کر سینوں میں بنالیتی ہے تصویریں (۳)

بڑے بڑے صاحبانِ کمال شخصی و اخلاقی اوصاف میں کمزوری کے باعث مزاج کی تیزی، عدم برداشت، شدتِ جذبات اور بے صبری کے باعث اپنے لیے خود بھی مخالفت کا سامان کر لیتے ہیں۔ بلاشبہ بعض اوقات رائے اور مؤقف پر شرح صدر صاحب کمال میں اعتماد پیدا کرتی ہے مگر شدتِ تاثر میں دوسروں کی رائے تک سننے کا روادار نہ ہونا، دوسروں کے مؤقف کو تضحیک کے ساتھ مسترد کرنا اور کسی بھی دوسرے مؤقف پر غیر حکیمانہ اور ناموزوں الفاظ کے ساتھ جارحانہ تبصرہ کر کے ایک طرف تو یہ اعتماد ہوتا ہے کہ جو کچھ میں نے کہا وہ حق ہے اور سچ ہے مگر دوسری طرف دل زخمی ہوتے ہیں۔ ﴿جادلھم بالتی ھی احسن ادع الی سبیل ربک بالحکمة﴾ (۴) اور ﴿کلموا الناس علی قدر عقولھم﴾ (۵) جیسی شاندار ہدایات نظر انداز ہوتی ہیں۔ اس کا اندازہ مزاج کی تیزی اور فکر کی شرحِ صدر کے باعث نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ اجتماعی زندگی میں مغائرت کی فضا پیدا ہوتی ہے۔ اہل علم معاصرین کی تحقیر ہوتی ہے ان کے ارادت مندوں کی دل شکنی ہوتی ہے جو بعض اوقات محض مزاج کی بے اعتدالی سے مخاذت اور عناد کا بیج بن کر اجتماعی فضاء اور تعلقات کی خوشیاں رخصت کر دیتی ہے۔

یہ بہت ضروری ہے کہ جہاں اپنے رفقاء کار کی عملی کوتاہیوں اور غلطیوں کو نظر انداز کیا جائے انسانوں سے انسانوں جیسی توقعات رکھی جائیں اور ﴿والکاظمین الغیض و العافین عن الناس﴾ (۶) کے روشن اصول کو اپنایا جائے وہاں اپنے ساتھیوں حتیٰ کہ حریف کی کم فہمی، مطالعے کی کمی اور کوتاہ نظری کو بھی وسعت قلب کے ساتھ برداشت کیا جائے۔ مجالس میں کسی دوسرے کی رائے اور فہم پر تبصرہ کرتے ہوئے عدل اور حکمت کی راہ اختیار کی جائے۔ دین میں جو مقام اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے اس کے ساتھ اپنے ممدوح سے عقیدت کا اظہار بھی اسی طرح کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جائے تو شخصیت پرستی کا رجحان پیدا ہوتا ہے پھر اسی سے فرقہ بندی کی راہ ہموار ہوتی ہے۔ بلاشبہ اپنے اسلاف اور اکابرین سے محبت دین کا تقاضا ہے مگر ﴿خیر الامور اوسطھا﴾ (۷) کا رویہ اور ﴿اعدلوا ھو اقرب للتقوی﴾ (۸) کا اصول پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ دین میں جو مرتبہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہے کوئی بھی تدبیر، فکر، رائے اور حکمتِ عملی اس درجے کو حاصل نہیں کر سکتی لیکن اخلاص کے ساتھ اپنے اپنے راہنماؤں کی تدبیر اور حکمتِ عملی کو لاشعوری طور پر معیار قرار دے کر قرآن وسنت سے دلائل ڈھونڈنا اور استدلال کرنا، مناظرانہ اور مخالفانہ فضا کو تقویت دیتا ہے۔ حتی کہ اس فضا میں کسی دوسرے کی سننے سمجھنے اور قبول کرنے کی گنجائش ختم ہو جاتی ہے اور اپنی سنانے، سمجھانے اور قبول کروانے کی آرزو ایک ضد بن کر جارحیت کی راہ اختیار کرتی ہے۔ لہٰذا اس حریفانہ سوچ سے تعمیری صلاحیتیں مفقود ہوتی ہیں اور منفی خراج قوت حاصل کرتا ہے۔ اس تناظر میں بحث ومناظرہ سے انسانوں کی قوت عمل مفلوج ہو جاتی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

”ما ضل قوم بعد ھدیً کانوا علیہ الا اوتو الجدل“ (۹)

”جو قوم ہدایت سے ہٹ کر گمراہ ہو جاتی ہے جدال اس کے لیے مقدر کر دیا جاتا ہے“

امت مسلمہ میں حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مسلک کا اختلاف اپنی اصل کے اعتبار سے اجتہادی نوعیت کا ہے اور اس نوعیت کا اختلاف صحابہ اور تابعین کے دور میں رونما ہوتا رہا ہے۔ مولانا یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں:

”یہ اختلاف نہ صرف ایک فطری اور ناگزیر چیز ہے بلکہ آنحضرت ﷺ نے اس کو رحمت فرمایا ہے“۔

جب معاشرہ بھلائی اور تقویٰ کی بنیاد پر تشکیل پاتا ہے تو اختلاف پھر بھی موجود رہتا ہے تاہم وہ مخالفت اور ضد نہیں بنتا۔ مسلمانوں کی تاریخ ایسی روشن مثالوں سے بھری پڑی ہے، کہ اختلاف کے باوجود اتحاد اور اخوت کی فضا ہی غالب رہی تھی۔ مولانا صدر الدین اصلاحی نے دلنشین تجزیہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''اب ذرا ان اختلافات کی اصلیت پر غور کرو جن پر فرقہ بندیوں کا محاذ جنگ قائم ہو رہا ہے اور دیکھو کہ صحابہ، تابعین اور ان کے بعد ائمہ سلف نے ہمارے لیے کون سا اسوہ چھوڑا ہے۔ ان تمام کا حال یہ تھا کہ ان میں سے بعض لوگ بسم اللہ پڑھتے تھے بعض لوگ نہیں پڑھتے تھے اگر ان میں ایک جماعت ایسی تھی جو قے کرنے اور پچھنے لگوانے کے بعد تجدید وضو کو ضروری خیال کرتی تھی تو ایک جماعت ایسی بھی تھی جو اس کی مطلقاً ضرورت نہ سمجھتی تھی۔ یہ اور اسی قسم کے بیسیوں اختلافات موجود تھے لیکن اس کے باوجود وہ سب ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ کسی نہ کسی کی اقتداء سے کبھی انکار نہیں کیا۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے تلامذہ اور امام شافعیؒ وغیرہ مدینہ والوں کے پیچھے نمازیں پڑھا کرتے تھے حالانکہ اہل مدینہ سرے سے بسم اللہ پڑھتے ہی نہ تھے آہستہ اور نہ زور سے امام ابو یوسفؒ نے ہارون الرشید کے پیچھے نماز پڑھی حالانکہ اس نے حجامت (پچھنے لگوانے) کے بعد وضو کی تجدید نہیں کی تھی۔ امام ابو یوسفؒ کے مذہب میں پچھنوں کے بعد تجدید لازم ہے مگر امام مالکؒ کے مذہب میں لازم نہیں ہے۔ (۱۰)

اختلاف کو مخالفت سے بچانے کے لیے عالی ظرفی، صبر اور وسعت قلبی ضروری ہے۔ صبر اور عالی ظرفی جیسی داعیانہ صفات اجتماعیت کو جوڑتی ہیں جبکہ دوسری صورت میں دل کٹتے ہیں اور اجتماعی شیرازہ بکھرتا ہے۔ نواسہ رسول حضرت حسنؓ نے اپنے زمانے میں اختلافات اور انتشار کی شدت اور طوفانوں میں جس عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا ہے وہ آج بھی امت مسلمہ کی مذہبی قیادت کی ضرورت ہے۔ مولانا علی میاں لکھتے ہیں۔

''حضرت حسنؓ جب بھی ان محلوں کی طرف سے گذرتے جو ان کے ہمنوا اور ان کے گروہ کے تھے وہ ان پر ملامت آمیز فقرے کستے کہ آپ کیوں حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ وہ ایک عالی ظرفی، کریم النفس اور ہر دلعزیز ہستی کے مالک تھے اور انہوں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا تھا، اپنے دل میں کسی کے لیے کینہ نہ رکھتے تھے اور نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ملامت کا جواب دیتے اور نہ اپنے عمل پر نادم تھے بلکہ وہ اس سے خوش تھے۔ اگرچہ یہ بات ہزاروں کو بری لگی تھی جس میں خود ان کے خاندان کے بعض افراد بھی تھے اور ان کے جانثار و محبّ بھی''۔(۱۱)

انسانی اجتماعیت میں اختلاف ختم نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا کسی ایسے دور کی آرزو جس میں اتفاق ہی اتفاق پایا جائے عبث ہے البتہ دین رحمت نے اختلاف کے باوجود امتِ وسط اور اس امت کے افراد کو عدل اور توازن کے ساتھ ساتھ خاص طور پر زبان کی حفاظت کی خاص تاکید کی ہے کیونکہ زبان کا زخم تیر اور تلوار سے بھی گہرا ہوتا ہے۔

کسی جاہلی شاعر نے اس بات کو یوں بیان کیا:

''رب قول اشد من صول''(۱۲)

''بہت سی باتیں حملے سے بڑھ کر شدید ہوتی ہیں''

علامہ اقبالؒ نے بجا طور پر فرمایا:

جو دلوں کو فتح کر لے وہی فاتح زمانہ

قرآن مجید نے ذاتی آراء کے اختلاف یا گروہی و مسلکی اختلاف کی صورت میں بہترین رہنمائی دی ہے کہ

﴿لا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا﴾(۱۳)

''تمہیں کسی گروہ کی عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف کو ترک کرو''

قرآن کی تعلیم کے مطابق اپنے تجزیے، مؤقف اور رائے میں عدل اہل ایمان کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں ذاتی دلائل، مزاج اور جذبات کی قربانی دی جائے گی اور وہ مؤقف اختیار کیا جائے گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے قریب تر ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول﴾(۱۴)

''پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں نزاع پیدا ہو جائے تو اسے اللہ اور اس رسول ﷺ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کی طرف پھیر دو''

اب اس تناظر میں ہر ایک کے لیے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات سے استفادہ اور استنباط یکساں طور پر ممکن نہیں۔ چنانچہ اختلافی معاملات میں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کے لیے بھی استعداد کا ہونا بھی ضروری ہے اور چند آداب وشرائط کا خیال رکھنا بھی ناگزیر ... لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے معاملات میں اپنے نفس کے لیے اللہ کی پناہ طلب کی جائے اور شدت سے دعا کی جائے کہ اللہ بہترین راہنمائی کے اسباب دیں اور عدل وانصاف کی راہ واضح کریں۔

جیسا کہ مسنون دعا ہے:

'' اللهم أرنا الحق حقا و ارزقنا اتباعه وأرنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه ''

اسی طرح اپنے سے زیادہ صاحبانِ علم وتقویٰ کی رائے کو بھی ترجیح دی جائے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے پابند کیا ہے۔

﴿ فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ﴾(۱۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حوالہ جات

۱۔ الفتح/۲۹

۲۔ ملفوظات،۳/۱۱۵

۳۔ کلیاتِ اقبال،ص ۲۱۵

۴۔ النحل/۱۲۵

۵۔ مسلم،محمد بن ، صحیح، ۲۱۳/۵

۶۔ آل عمران/۱۳۴

۷۔ السنن الکبریٰ بیہقی، ۲۷۳/۳

۸۔ المائدۃ/۸

۹۔ جامع ترمذی، ۳۷۸/۵،باب سورۃ الزخرف، ناشر مصطفیٰ البابی، ۱۹۷۵ء

۱۰۔ مولانا صدر الدین اصلاحی، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ،ص ۱۷۱۔۱۷۲، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۱۔ البدایہ والنہایہ، ۱۹/۸، بحوالہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی،ص ۳۵۴، مکتبہ سید احمد شہید، لاہور، ۱۹۹۸ء

۱۲۔ ندوی، عبدالحلیم، عربی ادب کی تاریخ، ۴۹/۱

۱۳۔ المائدۃ/۸

۱۴۔ النساء/۵۹

۱۵۔ النحل/۴۳

☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com